محمد سلیم خالد

قیامِ پاکستان سے قبل ابتدائی جماعتوں کا ایک اردو نصاب: ادبی، لسانی اور ثقافتی تناظر

اس مقالے میں قیامِ پاکستان سے قبل ابتدائی جماعتوں میں رائج ایک اردو نصاب کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ زیرِ بحث نادر نصابی کتابیں، برطانوی عہدِ حکومت کے زیرِ انتظام، صوبہ پنجاب کے سرکاری مدارس کی ابتدائی جماعتوں، یعنی دوسری، تیسری اور چوتھی جماعت کے طلبہ و طالبات کے لیے تحریر و ترتیب دی گئی تھیں اور ان کا مقصد و منشا مذکورہ جماعتوں کے بچوں کو اُردو زبان سے روشناس و متعارف کرنا اور اس مقامی زبان کی تدریس وتعلیم تھا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ قیام پاکستان سے قبل ابتدائی مدرسہ (پرائمری سکول) پہلی سے چوتھی جماعت تک محدود تھا۔[۱]

اُردو کی پہلی کتاب کے سرورق پر درج ذیل تفصیل درج ہے:

اُردو کی پہلی کتاب (با تصویر) پرائمری کی دوسری جماعت کے لیے، جسے شمس العلما مولوی سید ممتاز علی، ایکس فیلو، پنجاب یونیورسٹی، ممبر آف دی کورٹ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، نے اپنی ہدایت کے مطابق لکھوایا اور درست کیا۔ منظور کردہ سررشتۂ تعلیم پنجاب، مطابق سرکلر سی ایم نمبر ۵۵۶۰ ڈبلیو، مؤرّخہ ۱۴ر مارچ ۱۹۳۴ء، دفتر اخبار پھول لاہور۔ اُردو کی پہلی کتاب شروع اور آخر سے مکمل ہے اس کے اسباق کی تعداد ۴۰ اور صفحات کی تعداد ۱۲۹ ہے۔

اُردو کی دوسری کتاب (تیسری جماعت کے لیے)، کا سر ورق مع صفحہ نمبر ۲، آخری چار صفحات سمیت غائب ہیں۔ اس کے اسباق کی تعداد ۴۵ اور صفحات کی تعداد تقریباً ۱۷۶ ہے۔

اُردو کی تیسری کتاب (چوتھی جماعت کے لیے) کی کیفیت زیادہ ابتر ہے۔ اس کے ابتدائی

۴ صفحات، درمیان میں سے صفحہ نمبر ۱۱۳ تا ۱۲۸ اور آخر میں سے ۱۷۶ کے بعد کے تمام صفحات و اوراق گر چکے ہیں۔

درج بالا نصابی کتب کے ضائع شدہ صفحات کی نقول کی بازیابی کے لیے درج ذیل اداروں کے ارباب بست و کشاد سے رابطہ کیا گیا۔ عجائب گھر لاہور، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور، گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج گکھڑ ضلع گوجرانوالہ، گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج شاہ پور ضلع سرگودھا اور پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور۔ لیکن ہر طرف سے مایوسی و نامرادی اور غیر مثبت جواب کی صورت میں جناب ڈاکٹر انجم رحمانی، سابق ناظمِ اعلیٰ عجائب گھر لاہور سے رجوع کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنا تحقیقی مقالہ برطانوی دور میں اُردو کے فروغ میں پنجاب کے نظامِ تعلیم کا حصہ کے موضوع پر سپردِ قلم کیا تھا جس پر پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، نے انھیں ۱۹۸۱ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری سے سرفراز کیا۔ بہرکیف ڈاکٹر صاحب عجائب گھر گئے اور مجھے بتایا کہ آپ کی مطلوبہ نصابی کتابوں میں سے صرف اُردو کی پہلی کتاب موجود ہے جب کہ باقی ہر دو کتابیں مفقود الخبر ہیں۔ میں ڈاکٹر صاحب کی سعی و کوشش کے ضمن میں سراپا سپاس ہوں۔

مؤلفین و مرتبین نیز نصاب کی محکمانہ منظوری اور مقام و تاریخِ اشاعت کی بابت تفصیلات اردو کی پہلی کتاب کے سرورق پر مندرج ہیں اور سطورِ بالا میں حوالۂ قرطاس کی جا چکی ہیں۔ پہلی کتاب کی مذکورہ تفصیلات کو دوسری اور تیسری کتاب کے سلسلے میں بھی ویسا ہی اور یکساں قیاس کر لینا چاہیے جس کی توجیہ یہ ہے کہ ایک نصابی سلسلۂ کتب کا مؤلف یا مؤلفین بالعموم یکساں اور اُن کی محکمانہ منظوری اور مقام و تاریخِ اشاعت وغیرہ بھی ایک جیسی ہوتی ہیں۔

اسی سلسلے میں ایک علمی حوالہ بے محل نہ ہوگا۔ ۸۵-۱۹۸۴ء کے زمانے میں راقم الحروف کی پی ایچ ڈی (فارسی) کے لیے رجسٹریشن، شعبۂ فارسی پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ہوگئی۔ یونیورسٹی کی طرف سے تفویض کردہ موضوع تفسیر نویسئ فارسی درشبہ قارہ یعنی پاکستان و ہند میں فارسی تفسیر نویسی کا ارتقا تھا اور موضوع سے متعلق تفاسیر میں سے نوے فی صد سے زائد تفاسیر قلمی نسخوں پر مشتمل، اور اسّی فی صد سے زائد مواد ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں منتشر تھا۔ بہرحال راقم الحروف نے قلمی مخطوطات کی نقول حاصل کرنے کے لیے متعلقہ کتب خانوں کے ناظمین کی خدمت میں عریضے تحریر کیے۔ اسی بابت ایک عریضہ رضا لائبریری، رام پور کے ناظم اعلیٰ کی خدمت میں ارسال کیا۔ اُن دنوں مذکورہ کتب خانے کے ناظم اعلیٰ مشہور ماہرِ تعلیم اور محقق امتیاز علی خان عرشی کے فرزند، اکبر علی خان عرشی زادہ تھے۔ عرشی زادہ صاحب نے میرے خط کے جواب میں لکھا کہ میرے زیرِ انتظام کتب خانہ میرے چند حاسدوں کی سازشوں کی وجہ سے

بند ہے۔ کتب خانہ کھلتے ہی آپ کی مطلوبہ نقول بھیج دی جائیں گی۔ مزید برآں میرے والد گرامی جناب عرشی صاحب نے ابتدائی جماعتوں کا ایک اردو نصاب ترتیب وتشکیل دیا تھا جو صوبہ پنجاب کے بعض اضلاع بالخصوص ضلع جہلم اور ضلع میانوالی میں جواہرِ ادب کے نام سے ۵۱۔۱۹۵۲ تک مروّج ومتداول رہا لیکن مذکورہ نصاب پر کسی مصلحت کے تحت اصلی مؤلف کے بجائے شمس العلما مولانا ممتاز علی خان کا اسم گرامی ثبت کر دیا گیا۔ یہ مکمل نصاب میرے پاس موجود ہے، ماسوائے اول ادنیٰ کے قاعدے کے، جو مفقود الخبر ہے براہِ کرم جس طرح بھی ممکن ہو سکے آپ اس قاعدے کی تلاش وجستجو میں لگ جائیں اور اسے ڈھونڈ نکالیں۔ بہرکیف راقم الحروف کو عرشی زادہ صاحب کا مطلوبہ ''قاعدہ'' تو نہ مل سکا، البتہ زیرِ مطالعہ وتبصرہ اردو نصاب ہاتھ لگ گیا۔

ثقافتی تناظر

دیہاتیت: دیہات انسانی معاشرے کا اولین مظہر ومسکن ہیں۔ دیہاتی زندگی کے اوضاع واطوار میں سادگی وبے تکلفی، ماحول اور آب وہوا میں لطافت ونظافت اور قرب وجوار میں ہر سُو فطرتی حسن کی زیبائی و رعنائی جلوہ گر ہوتی ہے۔ شاید اسی پُرکشش ماحول اور سازگار آب وہوا کی بدولت پاکستان وہند کی آبادی کا بیشتر حصہ دیہات میں سکونت پذیر ہے۔ تاسیسِ پاکستان کے بعد پہلی مردم شماری ۱۹۵۱ء میں رو بہ عمل آئی۔ جس کے مطابق بیاسی فی صد سے زائد لوگ دیہات میں بودوباش رکھتے تھے۔[۲] لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ آبادی کا کم وبیش یہی تناسب، قیامِ پاکستان سے قبل، متحدہ پنجاب میں بھی موجود ومتمکن ہوگا۔ چونکہ اس وقت پنجاب کی آبادی کا اکثر وبیشتر حصہ دیہات میں سکونت پذیر تھا، لہٰذا ابتدائی نصابی اسباق میں دیہاتی تمدن و ثقافت کی عکاسی وترجمانی مبنی برصواب اور مقتضائے علم تدریس وتعلیم ہے۔[۳] ایک نمونہ پیش ہے:

> اندر سے ایک آدمی آیا، اس کے ہاتھ میں برتن ہے۔ بچھڑے کو کھینچ کر ماں سے الگ کیا۔ گائے کے پاس ایک کھونٹے سے باندھ دیا، گائے مڑ کر بچھڑے کے پاس چلی گئی، اُسے پیار سے چاٹنے لگی۔ وہ آدمی نیچے بیٹھ گیا۔ تھنوں کو ہاتھ سے دبا کر دودھ دوہنے لگا۔[۴]

۲: زرعی معاشرت: پاکستان کے میدانی علاقے بشمول متحدہ پنجاب، دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں کی زرخیز مٹی سے بنے ہیں۔ اِن خطوں کا شمار دنیا کے زرخیز ترین میدانوں میں ہوتا ہے، لہٰذا کھیتی باڑی

کے لیے نہایت موزوں و مناسب ہیں۔[۵]

مزید برآں ہڑپہ اور موہن جوداڑو کے آثار و نوادر، اس امر کے شاہد ہیں کہ اس خطے کے باسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل زرعی پیشے سے منسلک تھے۔[۶] چناں چہ اِن ہی آبائی روایات کے زیرِ اثر، زیادہ تر لوگ اب بھی اسی پیشے سے وابستہ ہیں۔ زیرِ بحث نصاب ۱۹۳۴ء میں معرضِ تحریر و تدوین میں آیا۔ مندرجہ صدر اسباب و عِلل کے باعث متعدد اسباق زرعی معاشرت سے متعلق ہیں۔ ایک مثال پیش ہے:

> یہ کسی کسان کا کام ہے۔ کیا کرتا، بیچارا کوّوں اور چڑیوں کے ہاتھوں تنگ آ گیا تھا۔ بڑی محنت سے ہل جوتتا، زمین میں بیج ڈالتا، پر اِدھر پیٹھ موڑتا، اُدھر پرندے آ موجود ہوتے۔ پنجوں سے نرم نرم زمین کرید ڈالتے، بیج نکال لیتے، چٹ کر جاتے، جب فصل تیار ہوتی، پھر یوں ہی ستاتے۔ اِن لٹیروں کے ڈر سے دِن رات چوکیداری کرنی پڑتی۔ آخر کسان کو یہ ترکیب سوجھ گئی۔ یہ پُتلا بنا کر کھڑا کر دیا۔[۷]

۳: <u>ہم عصر ثقافت کی ترجمانی</u>: ابتدائی جماعتوں کے اُردو نصابوں میں، طلبا کے قرب و جوار اور اردگرد کے ماحول سے متعلق اشیا، اشخاص، اعمال، عمارات اور مناظر وغیرہ کے بارے میں اسباق و مضامین شامل نصاب کیے جاتے ہیں اور اس ضمن میں بچوں کی دلچسپی، مانوسیت اور شناسائی وغیرہ کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اس طرح لاشعوری اور نادانستہ طور پر، عصری تہذیب و ثقافت کی حقیقی، سچی اور کھری تصویر، الفاظ کے روپ میں، صفحۂ قرطاس پر منتقل و منضبط ہو جاتی ہیں اور اس طریقے سے نہ صرف تاریخی، سیاسی، بشریاتی، عمرانی بلکہ لسانی معلومات کا پُرارزش اور قابلِ قدر خزانہ محفوظ و مصوَن ہو جاتا ہے۔

(الف) دوسری جماعت کی کتاب میں سے چند سطریں نیچے لکھی جاتی ہیں:

> کھیت پر پہنچ کر پگڑی اور چادر اُتار، الگ رکھ دیتا ہے۔ بیلوں کو ہل میں جوتتا ہے، ہتّی کو دبا کر بیلوں کو ہانکتا ہے۔ بیل ہل کو کھینچنے لگتے ہیں۔ زمین دھیرے دھیرے کھدنے لگتی ہے۔ اِسی طرح تمام کھیت کا چکر لگاتا ہے۔[۸]

(ب) کچھ عرصے قبل ابتدائی سرکاری مدرسوں میں تختی اور سلیٹ پر لکھنے کا رواج تھا۔ تیسری جماعت کی کتاب میں سلیٹ کے عنوان سے ایک سبق ہے۔ مذکورہ سبق کا ابتدائی اقتباس حوالۂ قرطاس ہے:

> تم سب کے پاس سلیٹیں ہیں۔ روز اِسکول میں ان پر لکھتے ہو مگر تمھیں یہ

معلوم نہ ہوگا یہ سلیٹ کیا چیز ہے اور کہاں سے آتی ہے اور سلیٹ پر لکھنے کی پنسل کس چیز کی بنی ہے۔ آؤ! ہم تمھیں بتاتے ہیں۔(۹)

(ج) کچھ عرصے پہلے دھات کے برتنوں کو قلعی گر سے قلعی کرایا جاتا تھا۔ لیکن اب قلعی گر کہیں نظر نہیں آتے۔ دوسری جماعت کی کتاب میں قلعی گر کے عنوان سے ایک سبق شامل کتاب ہے۔ سبق کا ابتدائی حصہ حسبِ ذیل ہے:

قلعی گر دکان پر بیٹھا ہے۔ اِدھر اُدھر تانبے کے برتن پڑے ہیں۔ ایک لڑکا برتنوں میں کنکر اور راکھ ڈال رہا ہے۔ چھوٹے برتن کو ہاتھ سے، بڑے کو پاؤں سے مانجھتا ہے۔(۱۰)

انگریز حکومت کے معیشت کُش رویے: ہندوستان میں برطانوی دور کا ایک ہندی مورخ، غلام حسین طباطبائی، اپنی مشہور تاریخی کتاب سیرالمتاخرین میں رقم طراز ہے، ''انگریزوں نے ملک کی تجارت پر قبضہ کرلیا حتیٰ کہ مقامی لوگوں کا کوئی ذریعۂ معاش باقی نہ رہا۔''(۱۱)

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار تحریر کرتے ہیں:

ہندوستان کی دولت دھڑا دھڑ انگلستان پہنچنے اور وہاں کے صنعتی انقلاب میں کام آنے لگی۔ کمپنی کے کارپردازوں نے دیسی مصنوعات کی بیخ کنی کر کے ولایت کے مشینی مال کی کھپت کے لیے میدان ہموار کرنا شروع کر دیا۔ گویا ملکی معیشت کی لاش پر اجنبی سامراج کا دیوِ استبداد پلنے لگا۔(۱۲)

درج بالا بیانات وحقائق کی تصویب وتصدیق کے ضمن میں، چوتھی جماعت کی کتاب میں سے ایک اقتباس حوالۂ تحریر ہے:

ہندوستان سے روئی کے بورے کے بورے ولایت بھیجے جاتے ہیں۔ وہاں کے کارخانوں والے خرید لیتے ہیں۔ کلوں سے روئی کا طرح طرح کا کپڑا بناتے ہیں، یہاں لا کر اچھے داموں پر بیچتے ہیں، خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔(۱۳)

انگریز حکمرانوں کا مقامی لوگوں کے ساتھ طرزِ عمل: عبداللہ یوسف علی لکھتے ہیں کہ انگریز حکمران مقامی لوگوں سے شدید نفرت کرتے تھے۔ اس کی تصدیق اُن فقروں اور جملوں سے ہوتی ہے، جو اُس دور کے متعدد انگریزوں کی تحریروں کا حصہ ہیں۔ ایسے فقروں میں مقامی لوگوں کے اخلاق وکردار اور سیرت کے علاوہ رسم و

رواج کے بارے میں تنقیص وتحقیر کا اظہار ہوتا ہے۔"(۱۴)

جو انگریز حکام، فرائض حکمرانی کی بجا آوری کے لیے متحدہ ہندوستان آتے تھے، وہ مقامی لوگوں کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور اہانت آمیز طرزِ عمل روا رکھتے تھے۔ مزید برآں مقامی باشندے بھی انگریزوں سے بد دِل اور متنفّر تھے۔ میرزا ابو طالب خان اپنے سفرنامۂ مغرب میں لکھتے ہیں، ''انگریزوں کا امتیازی طرزِ عمل، مقامی لوگوں سے روا رکھا جانے والا نفرت انگیز اور ناشائستہ برتاؤ اور سلوک ہے۔''(۱۵)

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار سینڈر لینڈ کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

> حاکم اور محکوم یا راعی اور رعایا کا تعلق اب باپ اور اولاد جیسا نہ رہا، بلکہ آقا اور غلام جیسا ہو گیا۔ انگریز آقا اپنے چند گورے فرزندوں اور کالے حاشیہ برداروں کے ذریعے ایک وسیع وعریض ملک پر حکومت کرنے لگا اور ہندوستانیوں کو اپنی طویل تاریخ میں پہلی بار یہ تلخ احساس ہوا کہ ''اپنے دیس اور اپنے وطن کی فضاؤں میں سانس لینے کے باوجود وہ غریب الوطن اور غریب الدّیار ہیں۔''(۱۶)

<u>برطانوی حکومت کی مدح سرائی</u>: انگریزوں نے ہندوستان میں قدم جماتے ہی اپنے وفاداروں، بہی خواہوں اور حاشیہ نشینوں کا ایک محدود وقلیل سا طبقہ اپنا حلیف وہمنوا بنا لیا تھا لیکن ملکی آبادی کا کثیر ومعتدبہ حصہ انگریز حکمرانوں کو کراہت وعداوت کی نظر سے دیکھتا اور انہیں اجنبی، غیر اور اپنا دشمن سمجھتا تھا۔(۱۷) چوں کہ زیرِ مطالعہ نصاب انگریزی عہد میں تحریر وتدوین کے مراحل سے گزرا، لہٰذا اس کے متعدد اسباق میں انگریز حکمرانوں کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی کا فریضہ بھرپور طریقے سے ادا کیا گیا ہے۔

گمانِ غالب ہے کہ انگریزی حکومت کی قصیدہ خوانی پر مبنی اسباق ومضامین برطانوی حکام کی منشا ومدعا اور ہدایت وارشاد کے بموجب تشکیل وترتیب دے کر شاملِ تدریس وتعلیم کیے جاتے ہوں گے۔ جن کا مقصد ومدّعا انگریز قوم اور برطانوی حکومت سے محبت ومودّت کے احساسات وجذبات کو مہمیز و برانگیختہ کر کے بچوں کے ناپختہ اور کچے ذہنوں میں منتقل ومنضبط اور راسخ ومستحکم کرنا ہے، یہ ایک نفسیاتی حربہ ہے جسے نفسیات کی اصطلاح میں ذہنی شست وشو یا برین واشنگ (Brain Washing) یعنی ذہنی تطہیر کہتے ہیں۔

> دیکھو! یہ سامنے کس کی تصویر ہے؟ یہ ہمارے بادشاہ جارج ششم ہیں۔
> جارج نام کے پانچ بادشاہ پہلے ہو چکے ہیں، یہ چھٹے ہیں۔ اسی واسطے یہ نام

ہے۔ آپ سمندر پار لندن شہر میں رہتے ہیں۔ ہندوستان کا انتظام کرنے کو اپنا نائب بھیج دیتے ہیں... دعا کہ اللہ میاں بادشاہ سلامت کا سایہ دیر تک ہمارے سروں پر قائم رکھے۔[۱۸]

<u>ہندو مذہب کی بالادستی:</u> ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد، جنگ کی تمام ذمے داری مسلمانوں پر ڈال دی گئی۔ اسی سلسلے میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:

بلکہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ اس خونیں سانحے کے بعد بھی ایک عرصے تک نشانۂ ستم بنے رہے کیونکہ اپنی بعض مصلحتوں کی بنا پر انگریز مسلمانوں ہی کو اس جنگ کا بانی مبانی قرار دے رہے تھے اور انہی کو اپنا اصل حریف اور دشمن سمجھتے تھے، بقول سر آک لینڈ کالوِن، غدر فرو ہو جانے پر اِنھیں سے سخت انتقام لیا گیا۔ اور دونوں قوموں (انگریزوں اور مسلمانوں) میں مصالحت کی اُمید جاتی رہی۔[۱۹]

لگتا ہے کہ ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر ان کے مذہب سے متعلق متعدد اسباق نصاب میں شامل کیے گئے ہیں۔

متذکرہ اسباق میں ہندو دھرم کے بارے میں کچھ اہم معلومات، چند متبرک مقامات اور بعض مقدس شخصیات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ مثلاً تیسری جماعت کی کتاب میں راجہ رام چندر جی کے عنوان سے دو الگ الگ سبق پڑھنے کو ملتے ہیں، جن میں راجہ رام چندر جی کے بن باس کا قصہ، راجہ راون کے ساتھ پیش آمدہ جنگی واقعات و حالات سمیت، معرضِ تحریر میں لایا گیا ہے۔ بعینہٖ ایک مزید سبق بنارس کے موضوع پر موجود ہے جس میں بنارس شہر کی وقعت و عظمت، دریائے گنگا میں اشنان کرنے کی اہمیت و فضیلت اور وہاں پر ہندوؤں کے پوجا پاٹ کے مختلف طور طریقوں پر روشنی ڈالی گئی ہے:

(الف) رام چندر جی راجہ دسرتھ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے باپ کے بعد اُن ہی کو تخت ملنا تھا۔ رانی کیکئی ان کی سوتیلی ماں تھی۔ وہ چاہتی تھی، راجہ [کذا: راجا] دسرتھ کے بعد رام چندر جی راجہ [کذا: راجا] نہ بنیں۔ میرا بیٹا بھرت راجہ [کذا: راجا] بن جائے۔[۲۰]

(ب) رام چندر جی کے دوسرے سبق کی ابتدائی سطور یہ ہیں:

اب سنو! لنکا کا ایک راجہ [کذا: راجا] تھا۔ اُس کا نام راون تھا۔ اُس کی بہن

بڑی بدشکل اور شریر عورت تھی۔ اُس نے ایک دن جنگل میں کہیں رام چندر جی کو دیکھ لیا۔ اُن سے کہنے لگی، ''تم تو مجھ سے شادی کرلو' رام چندر جی نے کہا، ''میری شادی تو ہو چکی، بیوی ساتھ ہے۔'' (۲۱)

(ج) بنارس کی بابت مرقوم ہے:

بہت سے بوڑھے ہندو اپنی زندگی کے آخری دن بنارس میں گزارتے ہیں۔ گنگا کے کنارے بیٹھے رہتے ہیں۔ یہیں رہتے رہتے زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ (۲۲)

<u>اسلام سے مکمل اغماض و بے اعتنائی:</u> اُس وقت متحدہ ہندوستان برطانوی سامراج کے قبضے میں تھا۔ اس نوآبادیاتی اور مستعمرہ ریاست کی بدقسمت رعایا میں سے مسلمان مجبور و مقہور اقلیت اور ہندو مؤثر اور غالب اکثریت کا درجہ رکھتے تھے۔ گزشتہ سطور میں بتایا جا چکا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمان اور ہندو دونوں مل کر انگریزوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے لیکن شکست و ہزیمت سے دوچار ہوئے۔ ''جنگ کا ہنگامہ فرو ہونے کے بعد انگریزوں نے پہلے پہل ہندوؤں اور مسلمانوں ہر دو قوموں کو اپنے قہر و غضب کا نشانہ بنایا لیکن پھر آہستہ آہستہ ہندوؤں کو اپنا حلیف و ہمنوا بنا لیا پھر آئندہ کے پچیس تیس برس تک مسلمانوں کو کمزور بنانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔'' (۲۳)

مسلمانوں کی حالتِ زار کے بارے میں ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے:

جب ملک ہمارے قبضے میں آیا تو مسلمان سب قوموں سے بہتر تھے نہ صرف وہ دوسروں سے زیادہ بہادر اور جسمانی لحاظ سے زیادہ توانا اور مضبوط تھے بلکہ سیاسی اور انتظامی قابلیت کا ملکہ بھی ان میں زیادہ تھا۔ لیکن یہی مسلمان آج سرکاری ملازمتوں اور غیر سرکاری اسامیوں سے یکسر محروم ہیں۔ (۲۴)

انگریزوں کا ہندوؤں سے مصالحت و مصاحبت اور مسلمانوں کے ساتھ منافرت و مخاصمت کا رویہ تا دمِ آخر روبہ عمل رہا جس کی ایک خفیف و نحیف سی حرکت یا چال، نصاب کے تشکیلی و تعمیری مراحل میں کارفرما نظر آتی ہے۔ ہندو دھرم سے متعلق اسباق کا تذکرہ سطور بالا میں ہو چکا ہے یہاں قابل ذکر امر یہ ہے کہ ہر سہ کتابوں کے مختلف اسباق میں بھی جا بجا ہندو دھرم کے بارے میں توصیفی و تحسینی جملے اور فقرے مرقوم ہیں مثلاً دوسری جماعت کی کتاب میں ''گائے کا دودھ دوہ رہے ہیں'' کے عنوان سے ایک سبق ہے جس کی آخری سطور حسبِ ذیل ہیں، ''گائے کا دودھ بڑے فائدے کی چیز ہے ...... بچے اس کو پی کر مضبوط اور

لال سرخ ہو جاتے ہیں اسی واسطے ہندو اس کو گئو ماتا کہتے ہیں۔[۲۵]

چوتھی جماعت میں ایک سبق گنا ہے جس میں گنّے کی اہمیت، اقسام، مختلف حصے، قسمیں، بونے کے طریقے وغیرہ زیر بحث آئے ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے : گنّا دسہرے کے تہوار کے بعد کھانا چاہیے کیوں کہ دسہرے میں گنّے میں امرت پڑ جاتا ہے۔[۲۶]

پورے نصاب میں مسلمانوں کی نمائندگی سے متعلق صرف ایک سبق شامل نصاب ہے جس کا عنوان ہے، جلال الدین محمد اکبر اور سبق کی تدوین وترتیب اس انداز ومنہاج سے کی گئی ہے کہ مذکورہ سبق مسلمانوں کی بجائے ہندوؤں کی ترجمانی کرتا محسوس ہوتا ہے۔ چند سطور نیچے درج ہیں:

> اکبر نے ہندوستان کے ہندو راجاؤں سے بڑی گہری دوستی پیدا کر لی۔ ان سے رشتے ناتے کیے اور اپنے دربار میں بڑے بڑے عہدے دیئے۔ سب سے پہلے امبر کے راجہ سے دوستی ہوئی۔ اس نے اکبر کے کسی ملازم کو دشمنوں کے ہاتھ سے چھڑایا تھا۔ اکبر نے اس احسان کے عوض میں راجہ [کذا: راجا] کو دعوت کا پیغام بھیجا۔ راجہ [کذا] اپنے راجپوت سپاہیوں کے ایک دستے کے ساتھ اکبر سے ملنے کے لیے آیا۔
>
> جس وقت راجہ [کذا: راجا] اکبر کے محل میں پہنچا تو اکبر ایک مست ہاتھی کو سدھا رہا تھا۔ راجپوت وہیں آ کر کھڑے ہو گئے۔ ہاتھی تو مست تھا ہی۔ کبھی بگڑ کر ایک طرف بڑھتا کبھی دوسری طرف۔ اکبر کے ملازم ڈر کر سامنے سے ہٹ ہٹ جاتے۔ ایک دفعہ ہاتھی راجہ [کذا: راجا] کے سپاہیوں کی طرف بھی بڑھا۔ مگر نڈر راجپوت اُسی طرح ڈٹے کھڑے رہے۔ ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ اکبر ان کی دلیری پر بڑا خوش ہوا۔ بڑی عزت سے پیش آیا اور راجہ [کذا: راجا] کی بڑی خاطر ومدارات کی۔[۲۷]

فی الجملہ زیر نظر نصاب کا بغور اور بالاستیعاب مطالعہ نہ صرف نظریۂ پاکستان (دوقومی نظریہ) کے مخالف عناصر کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے بلکہ علامہ اقبالؒ کے درج ذیل شعر کی تشریح وتوضیح بھی ہے:

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد[۲۸]

ادبی تناظر

(۱) سادگی و بے تکلفی: مصنّفین کے پیشِ نظر ابتدائی جماعتوں (پرائمری کلاسز) کے طلبا و طالبات کی درسی ضروریات ہیں۔ اُن کا مقصدِ وحید اُردو زبان کی تعلیم و تدریس ہے۔ وہ حتی الوسع سہل اور عام فہم الفاظ لانے اور غیر پیچیدہ و بے تکلف پیرایۂ اظہار اپنانے کے لیے کوشاں و ساعی نظر آتے ہیں۔ آسان زبان اور سادہ و سلیس طرزِ بیان بچوں کی سہولت و آسانی کے لیے اپنایا گیا ہے:

> ورزش کرنے والے کبھی بیمار نہیں پڑتے۔ ہر وقت خوش رہتے ہیں۔ بھوک خوب لگتی ہے۔ پیٹ بھر کے کھاتے ہیں۔ اُن کے بدن روز بروز سڈول بنتے جاتے ہیں۔(۲۹)

(۲) قدرتِ زبان: مؤلفین نے مختلف الانواع موضوعات وعنوانات پر قلم اٹھایا ہے اور ہر قسم کے مسائل و معاملات کو محض قدرتِ زبان و بیان سے عام فہم انداز میں ادا کر دیا ہے۔ زیرِ نظر کتابوں کے مطالعے کے دوران، مصنّفین کی زبان دانی اور الفاظ پر گرفت، اُردو آشنا قاری کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے:

> دیکھو! مکان بن رہا ہے۔ مدد لگ رہی ہے۔ پہلے بنیاد کُھدی تھی۔ اب دیوار کھڑی ہو رہی ہے۔ بہت اونچی پہنچ چکی ہے۔ اُوپر کام کرنے کو پاڑ باندھ لی ہے۔ راج اس پر بیٹھے کام کر رہے ہیں۔ مزدور سامان لا رہے ہیں۔ کوئی اینٹیں لاتا ہے، کوئی گارا لیے چلا آتا ہے۔ کسی نے چونے کی تغاری اُٹھا رکھی ہے۔ سب سامان اوپر پہنچاتے ہیں۔ راج کام میں لاتے ہیں۔ اینٹ پر اینٹ جما رہے ہیں۔(۳۰)

(۳) جاذبِ توجہ تمہید یا ابتدائیہ: یہاں تمہید یا ابتدائیہ سے مراد سبق کے آغاز کی وہ چند سطور ہیں جو بچوں کے انجذابِ توجہ کے لیے معرضِ تحریر میں لائی گئی ہیں۔ ایسی سطور دوسری اور تیسری جماعت کی نصابی کتابوں کے اکثر و بیشتر اسباق کے شروع میں موجود و دستیاب ہیں۔ چونکہ تدریسی عمل میں بچوں کو تعلیمی سرگرمی کے لیے راغب و آمادہ کرنا ہی اولین ترجیح اور اہم مقصد سمجھا جاتا ہے لہٰذا جب تک طلبا ذہنی طور پر متذکرہ بالا سرگرمی کے لیے تیار نہ ہوں وہ تعلیمی کام انہاک، یکسوئی اور مستعدی سے سرانجام دینے سے قاصر رہتے ہیں۔ اسی لیے ماہرینِ تعلیم ونفسیات اس قسم کے حربوں اور حیلوں کو ضروری بلکہ لازمی و لابُدی قرار دیتے ہیں:

> دیکھنا! سڑک پر اونٹوں کی قطار چلی جا رہی ہے، آگے آگے ساربان ہیں ہاتھ

میں سونٹے، سروں پر میلی میلی پگڑیاں ہیں۔ ڈھیلے ڈھالے کپڑے ہیں۔ پیچھے پیچھے اونٹ ہیں۔ لمبی لمبی گردنیں نکالے، پتلی پتلی ٹانگیں اُٹھائے سہج سہج جا رہے ہیں۔ سب کی ناک میں نکیل ہے۔ ایک دوسرے کی دُم سے دُم بندھی ہے ہوئی ہے۔ کسی اونٹ پر اناج کی گونیں لدی ہیں، کسی پر تیل کے کُپّے ہیں، کسی پر کجاوے ہیں۔ دیکھو! ایک کجاوے میں، ایک عورت دو بچوں کو لیے بیٹھی ہے۔ (۳۱)

(۴) عمیق مشاہدہ: مؤلفین کی ژرف بینی، امعانِ نظر اور عمیق مشاہدہ، ان کے تحریر کردہ اکثر و بیشتر اسباق سے واضح اور عیاں ہے، وہ اپنے علم و فضل اور تجربے کی مہارت کو اپنی ذہانت و فطانت کی بدولت کچھ اس طرح سبق کی تشکیل و تعمیر میں بروئے کار لاتے ہیں کہ تھوڑی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا قاری بھی اش اش کر اٹھتا ہے۔ تیسری جماعت کی کتاب میں ایک سبق، بعنوان بلی کی آپ بیتی ہے۔ اس سبق میں بلّی کی زندگی کے مختلف مراحل پیدائش سے جوانی اور پھر موت تک، نہایت دلچسپ انداز میں سموئے گئے ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ مصنف نے، اپنی عمر کا طویل حصہ بلیوں کی پرورش و نگہداشت میں گزارا ہے۔ چند سطور نیچے درج ہیں:

ایک دِن اماں جان نے مجھے چڑیوں کا شکار کرنا سکھایا۔ میں صحن میں پڑی دھوپ کھا رہی تھی کہ اماں جان آ کر کہنے لگیں، دبے پاؤں میرے ساتھ آ۔ باہر ایک چڑیا بیٹھی ہے، اُس کا شکار کر۔ تُو کسی آڑ میں دبک کر بیٹھ جانا، نظر چڑیا پر رکھنا۔ جس وقت چڑیا ذرا دوسری طرف سر پھیرے، چھلانگ مار کر اُس پر جا پڑنا۔ پنجوں میں سے ناخن باہر نکالنا بس شکار کو دبوچ لینا۔ میں نے یونہی کیا۔ چڑیا میرے ہاتھ آ گئی۔ (۳۲)

(۵) تشبیہات کا استعمال: مصنّفین اپنی نثر کو مؤثر اور پرکشش بنانے کے لیے کہیں کہیں خوب صورت تشبیہات بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اس ضمن میں بچوں کا ذہنی معیار مدِ نظر رکھا جاتا ہے لہٰذا تشبیہات عام فہم اور سادہ ہوتی ہیں مثلاً:

(الف) پہاڑ سے بادل ریل کے انجن کی طرح دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ (۳۳)

(ب) پتوں کے ڈنٹھل درخت سے اس طرح نکلتے ہیں جیسے چھتری کی کانپیں۔ (۳۴)

(ج) (پٹڑی) پہاڑوں میں سانپ کی طرح لہراتی، بل کھاتی چلی گئی ہے۔[۳۵]

<u>ہندی الفاظ کا استعمال:</u> زیرِ نظر نصاب ۱۹۳۴ء میں تحریر و تشکیل کے مراحل سے گزر کر منظور و مروّج ہوا۔ اس نصاب میں ہندی الفاظ بکثرت ورود پذیر ہوئے ہیں۔ آج کل پاکستان میں متداول ہم مرتبہ اُردو نصابات میں مستعمل ہندی الفاظ کی تعداد قلیل ہے۔ ہم پاکستانی عربی اور فارسی الفاظ سے اس قدر مانوس و مالوف ہو چکے ہیں کہ ہمیں یہ ہندی الفاظ اجنبی اور اوپرے محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن مؤلفین ان ہندی الفاظ کو کمال مہارت اور نہایت خوب صورتی سے اس طرح بروئے کار لائے ہیں کہ یہ گراں یا بدنما لگنے کی بجائے پُرلطف اور خوش گوار معلوم ہوتے ہیں:

> ہندو اس شہر کو بڑی پاک جگہ سمجھتے ہیں۔ دور دور سے جاتری آتے ہیں، گنگا میں نہاتے ہیں۔ گھاٹ پر ہمیشہ میلہ سا لگا رہتا ہے۔ چوڑی چکلی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ اُن پر سے اتر کر دریا کے کنارے پہنچتے ہیں۔ ہندوؤں کا خیال ہے گنگا میں نہانے سے آدمی کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور گنگا کے کنارے مرنے والا سُورگ میں جاتا ہے۔[۳۶]

<u>(۷) لفظی پیکر تراشی:</u> زیرِ مطالعہ نصابی کتابوں میں لفظی پیکر تراشی کی نہایت عمدہ و دل آویز مثالیں جا بجا نظر آتی ہیں۔ مصنّفین، بعض مناظر، واقعات اور تعمیرات وغیرہ کی اس نہج اور ڈھنگ سے تصویر کشی کرتے ہیں کہ اُن مناظر و اشیا کی ہو بہو تصویر آنکھوں میں گھومنے لگتی ہے بطور مثال چند سطور حوالۂ قرطاس ہیں:

> دیکھو! یہ کیسی خوب صورت جگہ کی تصویر ہے! اِدھر اُدھر تالاب کا پانی نظر آ رہا ہے۔ بیچ میں کیا خوش نما مکان بنا ہے۔ گنبد سنہری ہے، دیواریں سنگِ مرمر کی ہیں۔ کنارے سے مکان تک جانے کے لیے پُل بنا ہوا ہے۔ جس کا ذرا سا حصہ سامنے دکھائی دے رہا ہے۔[۳۷]

<u>(۸) ادبی رنگ:</u> زیرِ بحث نصابی کتب، ابتدائی جماعتوں کے لیے معرضِ تحریر میں لائی گئیں۔ لہٰذا ان میں ادبی رنگ نہ مطلوب ہے اور نہ ہی مقصود۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اس قبیل کے نصابات کی تحریر و تدوین کے لیے اپنے وقت کے مشہور فضلا و ادبا اور کہنہ مشق اساتذہ کی خدمات مستعار لی جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے علما و ادبا کی تحریروں میں اُن کے نوکِ قلم سے بعض جملے برجستہ و بے ساختہ، ٹپک پڑتے ہیں جو اپنے تخلیق کاروں کی علمیت و ادبیت کے غماز و عکاس ہوتے ہیں۔ مثلاً:

تم نے کپاس کے درخت ضرور دیکھے ہوں گے۔ گز گز ڈیڑھ ڈیڑھ گز کے پودے ہوتے ہیں۔ ہرے ہرے پتے، پیلے پیلے پھول جب ہوا کے جھونکوں سے جھومتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ سونے کے دریا میں لہریں اُٹھ رہی ہیں۔ کچا پھل سرخی مائل سبز ہوتا ہے۔ پک کر کِھل جاتا ہے۔ اندر سے نرم نرم اور اُجلی اُجلی برف سی روئی نکل آتی ہے۔ سبز سبز ڈنٹھلوں پر ذرا ذرا سی سفید روئی ایسی نظر آتی ہے جیسے کھیت کا کھیت ننھی ننھی دُھلی دُھلائی پگڑیاں باندھے کھڑا ہے۔[۳۸]

(۹) الفاظ کے تلفظ کی نشاندہی: زیرِ نظر نصاب کی تینوں کتابوں میں تلفظ کی نشان دہی یا وضاحت کا اہتمام والتزام نظر آتا ہے اور اس سلسلے میں اعراب سے کام لیا جاتا ہے۔

(ا): سِر: سورج سِر پر آ گیا۔[۳۹]

توضیح: سِر کا لفظ تینوں نصابی کتابوں میں متعدد بار ورود پذیر ہوا ہے۔ ہر جگہ سِر یعنی س کے نیچے زیر لگایا ہے۔ سِر کے بارے میں فرہنگِ کارواں میں ہے، ''انسان اور دوسرے جانداروں کی گردن سے اُوپر کا حصہ فارسی میں یہ لفظ ''س'' پر زبر اور اُردو میں زیر اور زبر دونوں طرح بولتے ہیں بلکہ اُردو میں زیر کے ساتھ فصیح سمجھا جاتا ہے۔[۴۰]

(ب): تندُرُست: اور وہ تندرست ہو جاتا ہے، یعنی ''د'' اور ''ر'' دونوں پر پیش ہے۔

توضیح: یہ فارسی لفظ تن + درست کا مرکب ہے۔ درست کے زمرے میں نسیم اللغات میں ہے۔ درست میں دال اور رے دونوں پر پیش ہے۔[۴۱]

(ج): مدرِسہ: شاید مدرسے کا وقت ہو گیا۔[۴۲]

توضیح: ہر سہ نصابی کتب میں ہر جگہ ''ر'' کے نیچے زیر کے ساتھ آیا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ عربی میں (دَرَسَ) سے اسم ظرفِ مکاں ہے اور اس کا وزن 'مفعلۃ' ہے گویا یہ مَدْرَسَۃ ہے یعنی مکتب اور پڑھانے کی جگہ۔[۴۳]

لسانی مطالعہ

پراکرت کے الفاظ

ان کتابوں میں سنسکرت الاصل یا پراکرت کے الفاظ بھی خوب سموئے گئے ہیں۔

گھان: گھان اُترنے نہیں پاتا کہ گاہک ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں۔(اردو کی پہلی کتاب،ص ۱۲)
توضیحِ مطالب: گھان: (ا) اناج کی وہ مقدار جو ایک دفعہ چکی یا اوکھلی میں ڈالی جائے۔(۲) پکوان کی وہ مقدار جو ایک دفعہ کڑاھی یا اوکھلی میں تلی جائے (دہلوی، ج ۴،ص ۱۱۱)

کراری: اس حلوائی کی کچوریاں بہت مشہور ہیں، کراری، گرما گرم (پہلی کتاب،ص ۱۲)

بھاجی: اس کے ساتھ بھاجی نہایت مزے دار(اردو کی پہلی کتاب،ص ۱۲)

مات: اور چال میں دونوں کو مات کرتی ہے(پہلی کتاب،ص ۱۶)

ایک سار: ایک ننھی سی سلیٹ نکالی۔ اس پر چاقو کی دھار رگڑی یوں کرنے سے دھار ایک سار ہوگئی۔ (پہلی کتاب،ص ۲۳)

گیروا: گیروے کپڑے پہن رکھے ہیں (پہلی کتاب،ص ۴۹)

بانبی: سانپ اپنی بانبی سے نکل آیا۔(پہلی کتاب،ص ۵۰)

چھاچھ،مِسی: بیوی چھاچھ اور مِسی روٹی لے کر کھیت پر آ جاتی ہے۔(پہلی کتاب،ص ۸۳)
توضیحِ مطالب: مِسی بمعنی موٹے چھوٹے اناج کی روٹی۔ دال دلیا۔ وہ روٹی جو ماش، گیہوں اور مونگ کا آٹا ملا کر پکاتے ہیں۔(نیر، ج ۲،ص ۱۵۵۶)

پاڑ: اُوپر کام کرنے کو پاڑ باندھ لی ہے۔(پہلی کتاب،ص ۸۹)
پاڑ کے معنی سے متعلق سبق کے آخر میں لکھا ہے۔

پاڑ: راج مزدوروں کے بیٹھنے کا مچان۔ ٹھاٹ۔ ٹانڈ (پہلی کتاب،ص ۹۱)

ڈنٹھل: ہرے ہرے ڈنٹھل، پیلے پیلے پھول دیکھ کر آنکھوں میں طراوت آتی ہے۔(پہلی کتاب، ص ۹۵،۹۶)

دھونکنی: تھوڑے سے کوئلے ڈال کر دھونکنی سے ہوا دینے لگا۔(پہلی کتاب،ص ۱۰۵)

سنسی: قلعی گر کے ہاتھ میں سنسی ہے، اس سے برتن کو آگ پر الٹتا پلٹتا ہے۔(اردو کی دوسری کتاب،ص ۱۰۵)

ناند: پاس پانی کی ناند رکھی ہے۔(اردو کی دوسری کتاب،ص ۱۱۶)

ممٹی: (ہوائی جہاز) ممٹی کے اوپر سے گزر رہا ہے۔(اردو کی دوسری کتاب،ص ۱۰۷)

مکٹ: سر پر چھوٹا سا مکٹ دھرا ہے(اردو کی دوسری کتاب،ص ۱۱۷)

مورچھل: مور کے پروں کے بہت خوب صورت پنکھے اور مورچھل بنتے ہیں۔ (اردو کی دوسری کتاب،ص ۱۱۹، ۱۲۰)

بیری: مور سانپ کا بیری ہے۔(اردو کی دوسری کتاب،ص ۱۲۰)

سُورگ: گنگا کے کنارے مرنے والا سورگ میں جاتا ہے۔(اردو کی تیسری کتاب،ص ۲۹)

سِیل: جس گھر میں روشنی نہیں جاتی۔ وہاں سِیل رہتی ہے(اردو کی تیسری کتاب،ص ۷۰)

چنور:

اُسے　ناچتے　مور　آئے　نظر
دُموں　کو　بنائے　ہوئے　تھے　چنور

(اردو کی پہلی کتاب،ص ۱۲۱)

کھچڑی: بیری میں کھچڑی آئی (اردو کی دوسری کتاب،ص ۹)

چاٹ: تم کو دولت کی چاٹ کہاں سے پڑی (اردو کی دوسری کتاب،ص ۱۶)

ٹنڈ:

کوئیں میں سے بھر بھر کے آتی ہیں ٹنڈیں
منوں پانی لا کر بہاتی ہیں ٹنڈیں

(اردو کی دوسری کتاب،ص ۲۱)

توضیحِ مطالب: ٹنڈ بمعنی لوٹا۔ بدھنا۔ وہ برتن جو رہٹ سے پانی نکالنے کے لیے لگایا جاتا ہے (فیروز الدین، ص ۴۲۰)

شوالہ: (بنارس) دور سے دیکھو تو مکانوں، مندروں اور شوالوں کی قطاریں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں۔(اردو کی دوسری کتاب،ص ۲۸)

کوب: (اونٹ): پیٹھ پر ایک کوب سا ہوتا ہے اُسے کوہان کہتے ہیں (اردو کی دوسری کتاب،ص ۳۸)

ان بیمار چوہوں کی .... پیٹھ پر کوب سا نکل آتا ہے۔(اردو کی چوتھی کتاب ا،ص ۶۹)

چینی: ٹھلیا کی چینی چھینک دی (اردو کی دوسری کتاب،ص ۴۶)

مَہنت: کسی کو دیکھو تو مہنتوں پجاریوں کے پاس بیٹھا ان کی نصیحتیں سن رہا ہے۔ (اردو کی دوسری کتاب،ص ۳۰)

کونڈا: آٹے کے کونڈے میں چونچ ڈال دی۔(اردو کی دوسری کتاب،ص۴۶)
لپٹ: تو اس کی خوشبو کی لپٹیں دماغ میں پہنچ کر تمھیں مست کردیں گی (اردو کی دوسری کتاب،ص۶۲)
درشن: دور دور سے جاتری اس کے درشنوں کے لیے آتے ہیں۔(اردو کی دوسری کتاب،ص۷۳)
دھنک:

وہاں سے پھر دھنک کو دیکھتا جب
وہ جس کے رنگ کھبتے ہیں نظر میں

(اردو کی دوسری کتاب،ص۹۵)

بناسپتی: چیڑ اور بناس پتی کے بن کے بن کھڑے ہیں۔(اردو کی تیسری کتاب،ص۳۵)
چھایا: تھکے ہارے مسافر اس کی چھایا میں دم لینے کو ٹھیر جاتے ہیں۔(اردو کی دوسری کتاب،ص۱۲۴)
مُرکی: بعض لڑکوں کے کان میں سونے کی مرکیاں پڑی ہوتی ہیں۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص۱۲۷)
لادی: اندھیرے اُٹھا اور لادی اٹھائی۔(اردو کی دوسری کتاب،ص۱۳۰)
پورب: سورج کس طرف سے نکلتا ہے؟ اس ساری طرف کو پورب کہتے ہیں۔ (اردو کی دوسری کتاب،ص۱۴۷)
پچھّم: جس طرف شام کو سورج چھپتا ہے اس ساری طرف کو پچھّم کہتے ہیں۔ (جامع اللغات، ج اوّل، ص۵۰۶)
اُتر۔دکھن: تم پچھّم کی سمت منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ تو جو طرف تمہارے داہنے ہاتھ ہوگی اُسے اُتر...... جو بائیں طرف ہوگی دکھن کہلاتی ہے۔(اردو کی دوسری کتاب،ص۱۴۷)
چھاگل: اور اس کی چھاگل بالکل خالی رہ گئی۔(اُردو کی دوسری کتاب،ص۱۵۱)
بھوج پتر: لوگ بھوج پتر یا چمڑے کے تختوں پر لکھا کرتے تھے۔ (اُردو کی دوسری کتاب، ص۱۵۸)
چیتھڑا: کاغذ پھٹے پرانے کپڑوں اور گلے سڑے چیتھڑوں سے بنتا ہے۔ (اُردو کی دوسری کتاب، ص۱۵۹)
لئی: پانی میں گھل مل کر اِن کی لئی سی بن جاتی ہے۔(اُردو کی دوسری کتاب،ص۱۶۰)
سرکنڈا: گھاس پھونس اور سرکنڈے کے گودے سے بھی کاغذ بنایا جاتا ہے۔(اُردو کی دوسری کتاب، ص۱۶۱)

کلاونت: انھیں خوب گانا سکھا دوں گا میں
کلاونت سب کو بنا دوں گا میں

(اُردو کی دوسری کتاب،ص۱۶۳)

اکارت: ساری محنت اکارت گئی۔(اُردو کی دوسری کتاب،ص۱۶۹)

کنکنا: ایسے کنکنے پانی میں رہنا اس جانور کو مرغوب ہے۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص۱۱)

پونڈا: مگر تروتازگی، نرمی اور رسیلے پن میں سفید گنا سب سے بڑھ چڑھ کر ہے اِسے پونڈا کہتے ہیں۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص۱۹)

نیگ: اس کا رس نیگ لگ جاتا ہے۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص۲۰)

انکھوا: ہر گرہ پر انکھوا ہوتا ہے وہیں سے شاخ پھوٹ نکلتی ہے۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص۲۰)

اگولا: اوپر کے حصے میں لمبے، تیز، نکیلے اور دو دھارے پتے ہوتے ہیں۔ اس حصے کو اگولا کہتے ہیں (اُردو کی تیسری کتاب،ص۱۹)

ایکھ: کسان لوگ بڑی محنت سے ایکھ کو پانی دیتے رہتے ہیں۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص۲۱)

بھیلی: گڑ کی چاشنی راب کی نسبت سخت کر لیتے ہیں تاکہ بھیلیاں بندھ سکیں۔(اُردو کی تیسری کتاب، ص ۲۲)

ڈیوٹ: جیسا تُو ویسا ہی ڈیوٹ ہے ترا
ہے ترا سامان تیرے حسبِ حال

(اُردو کی تیسری کتاب،ص۳۹)

کھانچی۔کھنڈسال: جہاں راب کی کھانچی ڈالتے ہیں اور راب کا شیرہ نچوڑ کر الگ کرتے ہیں اُس جگہ کو کھنڈ سال کہتے ہیں۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص ۲۲)

توضیحِ مطالب: گنے کے رس کو کاڑھ کر اور مٹکوں میں بھرنے کے بعد راب کو علیحدہ کر کے کھانڈ بنانے کا پرانا طریقہ(محمد خان، سردار،ص ۲۵۷۳)

کھپرا: تمام جسم پر گول گول چاندی کے پترے سے جڑے ہوتے ہیں، جنھیں کھپرے کہتے ہیں۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص ۴۳)

پتوار یا پتوال: دُم پتوار کا کام دیتی ہے۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص ۴۳)

توضیحِ مطالب: پتوار یا پتوال (اسم مؤنث) دنبالۂ کشتی۔ کشتی کے موڑنے او رپھیرنے کی کل۔ (سید احمد، دہلوی، ج اول، ص ۴۹۶)

کچلی: زہریلے سانپوں کے اوپر کے جبڑے میں دو کھوکھلی کچلیاں ہیں۔ (اُردو کی تیسری کتاب، ص ۸۱)

تانت: رینڈیر کی آنتوں کی تانت بنا کر کمانیں بناتے ہیں۔ (اُردو کی تیسری کتاب، ص ۸۲)

کانت: پتوں کے ڈنٹھل درخت سے اس طرح نکلتے ہیں جیسے چھتری کی کانپیں۔ (اُردو کی تیسری کتاب، ص ۹۵)

سیندھی: بعض جگہ کھجور کا رس بھی نکالا جاتا ہے......اسے سیندھی کہتے ہیں۔ (اُردو کی تیسری کتاب، ص ۹۲)

تیرتھ: تیرتھ ترے کنارے، مندر ترے کنارے۔ (اُردو کی تیسری کتاب، ص ۱۰۵)

پَوِتّر: جل ہے ترا پَوِتّر، مٹی بھی تیری پیاری۔ (اُردو کی تیسری کتاب، ص ۱۰۶)

اشنان: تجھ میں ہر ایک ہندو، اشنان کو ہے آتا۔ (اُردو کی تیسری کتاب، ص ۱۰۶)

امرت: ہے تیرا صاف پانی، امرت کی دھار گنگا۔ (اُردو کی تیسری کتاب، ا، ص ۱۰۶)

لوندا: شیشے کا چوکا بنانے کے لیے ملائم شیشے کا ایک لوندا میز پر رکھتے ہیں۔ (اُردو کی تیسری کتاب، ص ۱۴۹)

ریہ: شیشہ جس سے اتنے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں۔ صرف ریت اور ریہ سے بنتا ہے۔ (اُردو کی تیسری کتاب، ص ۱۴۷)

پراکرت کے مفرد مصادر (چند مثالیں)

سنگوانا: جونئے سوار ہوئے وہ اپنا اسباب سنگوار ہے ہیں۔ (اُردو کی پہلی کتاب، ص ۸۰)

چمکارنا: کبھی پیار سے چمکارتا اور منتیں کرتا۔ (اُردو کی پہلی کتاب، ص ۱۰۰)

مٹکنا: مٹک مٹک کر سبزے پر پھرتا ہے۔ (اُردو کی پہلی کتاب، ص ۱۱۸)

ہلنا، ہلانا: بچہ سا تھا، تو تماشے والا جنگل سے پکڑ لایا......اپنے سے خوب ہلا لیا۔ (اُردو کی پہلی کتاب، ص ۷۵)

کھینا: اور کشتی کو زور زور سے کھیتا، اس پائے کے پاس جا پہنچا۔ (اُردو کی پہلی کتاب، ص ۱۵۸)

پراکرت کے مرکبات

بھلا مانس: تمھاری اتنی سی بھول سے کسی بھلے مانس کی ٹانگ ٹوٹ جاتی !۔ (اُردو کی پہلی کتاب، ص ۴۳)

توضیح مطالب: بھلا مانس (بھلا: اچھا، مانس آدمی انسان)

پسنہاری: چھوٹے چھوٹے شہروں میں تو پسنہاریاں گھروں پر آجاتی ہیں۔(اُردو کی دوسری کتاب، ص ۱۳)

گھنگھور: دیکھنا! کیا گھنگھور گھٹا چاروں طرف سے گھِر کر آئی ہے۔(اُردو کی دوسری کتاب)

جوار بھاٹا: سمندر میں پانی اُترتا چڑھتا رہتا ہے، جسے جوار بھاٹا کہتے ہیں۔(اُردو کی تیسری کتاب، ص ۲۵)

کچھ مختلف اللغات الفاظ

رونق دار(پُررونق) :بمبئ ہندوستان کا بہت خوب صورت اور رونق دار شہر ہے۔ (اُردو کی تیسری کتاب،ص ۱۴۲)

مونڈن: جب بچہ ایک مہینے کا ہوجاتا ہے تو اس کی مونڈن ہوتی ہے۔(ایضاً،ص ۱۰۰)

خیرسلا: شام خیر سلا سے سوتے ہیں تو صبح کا منہ دیکھنا یقینی نہیں ہوتا۔(ایضاً،ص ۵۳)

گونیں: کسی اونٹ پر اناج کی گونیں لدی ہیں۔(پہلی کتاب،ص ۵۳)

توضیحِ مطالب: گونیں اس کی اصل ہندی ہے یعنی وہ کھردرا کپڑا جو پٹ سن وغیرہ سے بنایا جاتا ہے اور اس سے بوریاں تیار کرتے ہیں۔(محمد معین، ڈاکٹر، جلد ۳،ص ۳۴۷۷)

گون (ہندی مؤنث): ٹاٹ کی بوری۔ دورخی بوری۔(عبدالمجید، خواجہ، ج ۲،ص ۱۶۶۴)

گم سُم (گُم صُم): لیکن ایک لڑکا میدان میں بینچ پر گم سُم بیٹھا ہے۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص۸۹)

کانجی ہاؤس: کانجی ہاؤس کی آمدنی بھی کمیٹی لیتی ہے۔(۴۔ص ۱۵۵)

بنگہ (بنگاہ): تالاب کے چاروں طرف تین تین چار چار منزلوں کے مکان ہیں، جنہیں بنگے کہتے ہیں۔(اُردو کی دوسری کتاب،ص ۷۳)

شتابا: بارود کے شتابے کو چنگاری دکھا دیتے ہیں۔(۳۔ص ۸۱)

فراشبین: سبزی، ترکاری میں سے مٹر، ٹماٹر، فراشبین وغیرہ۔

عربی الفاظ (چند مثالیں)

منزل: دنوں کی منزلیں گھڑی بھر میں کاٹ لیتی ہے۔(اُردو کی پہلی کتاب، ص ۱۶)

انتظام: ہندوستان کا انتظام کرنے کو اپنا نائب بھیج دیتے ہیں۔(ایضاً، ص ۱۶)

ترکیب: کسان کو یہ ترکیب سوجھ گئی۔(ایضاً، ص ۴۱)

نیّت: جہاں کسی چیل کی نیت بگڑی دیکھی۔ واویلا مچا دیتی ہے۔(اُردو کی دوسری کتاب، ص ۷)

مہین (باریک): ورق ایسے مہین تیار ہوتے ہیں کہ پھونک مارو تو ہوا میں اُڑ جائیں (ایضاً، ص ۱۲۸)

ملمّع: دوسری دھاتوں پر سونے کا ملمّع خوب چڑھتا ہے۔(ایضاً، ص ۱۲۹)

طلوع: تم ہر روز دیکھتے ہو سورج پورب سے طلوع ہوتا ہے۔(اُردو کی تیسری کتاب، ص ۵)

مرغوب: ایسے کنکنے پانی میں رہنا اس جانور کو مرغوب ہے (ایضاً، ۱۱)

مضائقہ: زمین پر سونے میں مضائقہ نہیں۔(ایضاً، ص ۳۱)

دارالخلافہ: یہ شہر صدیوں تک ہندوستان کا دارالخلافہ رہا (ایضاً، ص ۶۱)

فارسی الفاظ (چند مثالیں)

شکر: ولایتی شکر کی جگہ دیسی کھانڈ پڑتی ہے۔(اُردو کی پہلی کتاب، ص ۱۳)

دشمن: کتے اس کے بڑے دشمن ہیں۔(ایضاً، ص ۱۸)

بازار: چور گھڑی لے کر آج بازار گیا۔(ایضاً، ص ۲۹)

ساربان: ساربان اِن کی ناک میں نکیل ڈال دیں گے۔(اُردو کی دوسری کتاب، ص ۳۶)

خوشنما: اکثر کا رنگ خوش نما اور خوشبو عمدہ ہے۔(ایضاً، ص ۶۲)

یادگار: اُسی دن کی یادگار میں کیا جاتا ہے۔(اُردو کی دوسری کتاب، ص ۶۲)

درندہ: ہر قسم کے درندے کثرت سے رہتے ہیں۔(اُردو کی تیسری کتاب، ص ۲۴)

خونخوار: اپنی خونخوار آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔(اُردو کی تیسری کتاب، ص ۲۵)

برف باری: برف باری کی تمام تکلیفیں جھیلتے ہیں۔(ایضاً، ص ۸۵)

انگریزی الفاظ (چند مثالیں)

موٹر(motor): موٹر کہیں کی کہیں جا پہنچتی ہے۔(اُردو کی پہلی کتاب،ص ۱۸)
بائیسکل(bicycle): ہٹ جاؤ! بائیسکل آ رہی ہے۔(ایضاً،ص ۳۴)
مشین (machine): شہروں میں لوگوں نے مشین کی چکیاں کھڑی کر رکھی ہیں (اُردو کی دوسری کتاب،ص ۴)
ڈاکٹر (doctor): ان کے علاج کے لیے ڈاکٹر کو آنا پڑتا ہے۔(ایضاً،ص ۷)
لیٹر بکس (letter box): شہروں میں جگہ جگہ لیٹر بکس لگے ہوتے ہیں۔(اُردو کی تیسری کتاب، ص ۸۴)
منی آرڈر فارم(money order form): ان کو منی آرڈر فارم کہتے ہیں۔(ایضاً،ص ۴۷)
یونیورسٹی (university): وہاں علیٰحدہ یونیورسٹی بھی قائم ہوگئی ہے۔(ایضاً،ص ۶۶)

مرکب، مصادر اور محاورات

سبق نکالنا (سبق تیار کرنا): باپ کو پچھلے دن کا سبق سنایا، اگلا سبق نکالا۔(اُردو کی پہلی کتاب،ص ۱۱)
تار بندھنا(دھار پر دھار آنا): دودھ برتن میں گر رہا ہے۔ دھاروں کا تار بندھا ہوا ہے۔(ایضاً ص ۹)
قلعی کھلنا (بھید کھلنا): نزدیک آ کر دیکھا تو آپ کی قلعی کھل گئی۔(ایضاً،ص ۳۹)
مددلگنا (مزدوروں، معماروں کا تعمیر کا کام کرنا): مکان بن رہا ہے، مدد لگ رہی ہے۔(ایضاً،ص ۸۹)
تانا بانا کرنا (چکر لگانا): چمن میں کرتی پھرتی ہے یہ کیسا تانا بانا سا!(اُردو کی تیسری کتاب،ص ۲۶)
نیگ لگنا(کام آنا): گڑ، چینی، شکر بناتے وقت اس کا رس نیگ لگ جاتا ہے۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص ۲۰)
گنگا بہانا (سخاوت کرنا): گنگا بہائی ایسی کھیتوں کو بھر دیا ہے۔(ایضاً،ص ۱۰۵)
تان اڑانا (گانا الاپنا): (کسان) تانیں اڑاتا......کھیتوں کو روانہ ہوجاتا ہے۔(اُردو کی پہلی کتاب،ص ۸۲)
کھیت کمانا (ہل چلانا) (کسان): پھر کھیت کمانے لگا۔(ایضاً،ص ۸۳)

حروف و الفاظ کی تکرار

الفاظ وحروف کی تکرار سے بالعموم تاکید کا کام لیا جاتا ہے یا بات میں زور پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

ہلکی ہلکی: آسمان پر ہلکی ہلکی روشنی پھیل گئی۔(اُردو کی پہلی کتاب،ص ۵)
دھیرے دھیرے: زمین دھیرے دھیرے کھدنے لگتی ہے۔(ایضاً،ص ۸۳)
سرکتا سرکتا: (بچہ) سرکتا سرکتا دور چلا جائے۔(ایضاً،ص ۲۶)
بھورے بھورے: ان بھورے بھورے چھلکوں کو بھوسی یا چوکر کہتے ہیں۔(اُردو کی دوسری کتاب،ص ۱۵)
جگہ جگہ: جگہ جگہ سبزہ اور پھول لگانے کا حکم دیا۔(ایضاً،ص ۱۱۲)

دو مترادف الفاظ کا یکجا استعمال

لال سرخ: بچے اس کو پی کر مضبوط اور لال سرخ بن جاتے ہیں۔(اُردو کی پہلی کتاب،ص ۱۰)
گاؤں گوٹ: اور گاؤں گوٹ میں تو چھٹی رساں تیسرے چوتھے دن جاتا ہے۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص ۲۵)
خط پتر: بعض دفعہ ڈاک میں خط پتر کھوئے بھی جاتے ہیں۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص ۴۹)
بُھولا بھٹکا: کوئی بھولا بھٹکا کبھی کبھار چلا گیا تو وہ بڑی رکھائی سے پیش آتی۔(ایضاً،ص ۵۲)
جنگل بیاباں: دشمن سے شکست کھا کر، جنگل بیاباں میں مارا مارا پھر رہا تھا۔(ایضاً،ص ۵۶)
رشتہ ناتا: ہندو راجاؤں سے بڑی گہری دوستی پیدا کر لی۔ان سے رشتے ناتے کیے۔(ایضاً،ص ۵۸)
چہل پہل: ہر وقت بڑی چہل پہل رہتی ہے۔(ایضاً،ص ۶۶)

تابع مہمل ومتبوع کا مرکب

تابع مہمل وہ مرکب ہے جو ایک بامعنی لفظ اور ایک بے معنی لفظ (یعنی مہمل) سے مل کر تشکیل پائے۔ مثلاً چپ چاپ اس میں چپ بامعنی اور چاپ بے معنی لفظ ہے۔کچھ مثالیں:
موڑ ماڑ: یہ بائیسکل کو موڑ ماڑ بھیڑ میں سے گزرا چلا جا رہا ہے۔(اُردو کی پہلی کتاب،ص ۳۵)
بچا کھچا: بچا کھچا دودھ بچھڑا پی لے گا۔(اُردو کی پہلی کتاب،ص ۹)
چپ چاپ: (سانپ) چپ چاپ پڑا ہے۔(ایضاً ص ۴۹)
بات چیت: (اردو) اس میں بات چیت کر سکتے ہیں۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص ۱۴۳)
بھیڑ بھاڑ: چہل پہل اور بھیڑ بھاڑ رہتی ہے۔(ایضاً،ص ۴۵)

اسمائے صوت

گن گن: دھاروں کا تار بندھا ہوا ہے۔کیسی گن گن کی آواز آ رہی ہے۔(اُردو کی پہلی کتاب،ص۹)

ٹنن ٹنن: ٹنن ٹنن ۔ٹنن ! سڑک کے بیچ سے ہٹ جاؤ! بائیسکل آ رہی ہے۔(ایضاً،ص ۳۴)

گھرر گھرر: گھرر گھرر کی کیسی آواز آ رہی ہے۔ باہر نکل کر دیکھو کہیں ہوائی جہاز تو نہیں اُڑ رہا۔(ایضاً،ص۱۰۷)

کھٹ پٹ کھٹ پٹ: گھوڑا سڑک پر نئے نعلوں سے کھٹ پٹ کھٹ پٹ کر کے دوڑنے لگا۔(ایضاً،ص۱۱۶)

شوں شٹر شوں: (برتن) قلعی کر کے ناند میں ڈال دیا،شوں شٹر شوں کی آواز آئی۔(ایضاً،ص ۱۰۶)

چوں چرخ چوں: (ہنڈولے سے) چوں چرخ چوں کی آواز آ رہی ہے۔(ایضاً،ص ۶۸)

مناسباتِ لفظی

لدی پھندی: ڈالیاں ننھے ننھے پھولوں سے لدی پھندی کھڑی ہیں۔(اُردو کی دوسری کتاب،ص۹)

جیتا جاگتا: اُسے جیتا جاگتا دیکھ کر ان چاروں آدمیوں کو بے حد خوشی ہوئی۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص۲۷)

لڑائیوں بھڑائیوں: (اکبر) لڑائیوں بھڑائیوں میں شریک ہوتا۔(ایضاً،ص ۵۶)

زورشور: پانی کا ایسا زور شور کا ریلا آیا کہ وہ پل دریا کے دونوں کناروں کی طرف سے گر گیا۔(ایضاً،ص۱۵۶)

ٹوٹتا پھوٹتا: گرنے گرانے سے ٹوٹتا پھوٹتا نہیں۔(ایضاً،ص ۸۹)

رعایتِ لفظی

زیر نظر نصاب میں کہیں کہیں رعایتِ لفظی کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔مثلاً:

(۱) لیکن ہوا اگر دم بھر نہ ملے تو دم ہوا ہو جائے۔(اُردو کی پہلی کتاب،ص ۲۳)

(۲) اسی چال سے دن بھر اور آدھی رات تک چل سکتی ہے۔(ایضاً،ص ۳۹)

(۳) جہاں پانی سے نکالا، اس کا دم نکلا۔(اُردو کی تیسری کتاب،ص ۴۲)

مختلف املا

بعضے: بعضے نادان بچے عینک کو بھی گھڑی کی طرح سجاوٹ کی چیز سمجھتے ہیں۔(اُردو کی دوسری کتاب،ص۴۱)

داؤں: جب داؤں لگا، جھٹ سے سانپ کا سر پکڑ لیا۔(اُردو کی پہلی کتاب،ص ۵۰)

پنھاتی: نئے کپڑے پنھاتی تھی۔ (ایضاً،ص ۳۷)

پچتانا: اب چور اپنے دل میں پچتاتا ہے۔ (ایضاً،ص ۳۰)

کانچ: وہاں ایک کانچ کی دوات رکھی تھی۔ (ایضاً،ص ۹۲)

حذفِ حروف و افعال

(الف) تو کھانا کھا، کپڑے بدل، اُچھلتے کودتے خوشی سے مدرسے چل دیے۔ (اُردو کی پہلی کتاب،ص۷)

(ب) اِس کان سن، اُس کان اڑا دی۔ (ایضاً،ص ۱۵)

مقفّیٰ جملے

بعض جملوں میں کہیں کہیں مُسجع و مقفیٰ الفاظ نظر آتے ہیں لیکن ایسے الفاظ کسی کاوش و کوشش کا نتیجہ نہیں۔

(الف) نہ گھوڑا جوتا جائے نہ بیل کام آئے۔ (پہلی کتاب،ص ۱۶)

(ب) جب تھک جائیں گے تب پسینہ سکھائیں گے پھر نہائیں گے۔ (ایضاً،ص ۴۷)

(ج) اس کیچڑ پر انجن پھر گشت لگاتا ہے، مٹی کو کنکروں پر جماتا ہے، سڑک کو خوب پکا بناتا ہے۔ (ایضاً، ص۵۹، ۶۰)

دہلوی زبان کے اثرات

زیادہ تر اسباق کی زبان و بیان پر دہلوی زبان کے اثرات نمایاں ہیں:

(الف) مٹھائیاں سلیقے سے چنی رکھی ہیں۔ (اُردو کی پہلی کتاب،ص۱۱)

(ب) گلاس کے باہر دھندسی پھیلنی شروع ہوگئی۔ (اُردو کی تیسری کتاب،ص ۱۳۲)

(ج) یہ کواڑ بنے رکھے ہیں۔ (پہلی کتاب،ص۹۱)

کچھ اسالیب

(الف) چلتے لوگ تھم گئے ہیں۔ (اُردو کی پہلی کتاب،ص ۷۳)

(ب) کھڑکیوں میں سے باہر کی سیر دیکھ رہے ہیں۔ (اُردو کی دوسری کتاب،ص۷۹)

(ج) اس (نعل) کے ٹھوکنے سے گھوڑے کو دکھ نہیں ہوتا۔ (پہلی کتاب، ص ۱۱۴)

(د) برے پانی نے بدن میں جا کر نقصان پہنچایا۔ (ایضاً، ص ۱۳۹)

(ھ) ذرا سے پیسوں میں دھجیوں کے ڈھیر کے ڈھیر خرید لیتے ہیں۔ (ایضاً، ص ۱۵۹)

(و) کانٹوں پر چارہ لگا یا بنسیاں دریا میں ڈال دیں۔ (اُردو کی دوسری کتاب، ص ۴۱)

(ر) (مچھلی) اِن ہی (پروں) کی وجہ سے پانی میں برابر تلی رہتی ہے۔ (اُردو کی تیسری کتاب، ص ۴۳)

مختصراً یہ کہ چند پہلوؤں کو چھوڑ کر یہ درسی کتابیں بہ ہمہ وجوہ قابلِ تعریف اور قابلِ تقلید ہیں اور ہم ان سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

حواشی

۱۔ پروفیسر محمد انور، جغرافیہ پاکستان، (لاہور: حافظ برادرز، ۱۹۹۰ء)، ص ۱۷۶

۲۔ ایضاً، ص ۱۸۰

۳۔ ڈاکٹر محمد صدیق شبلی، اردو زبان اور اس کی تدریس، (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، ۱۹۹۰ء)، ص ۴۶، ۴۷

۴۔ اردو کی پہلی کتاب (دوسری جماعت کے لیے)، (لاہور: س ن)، ص ۸، ۹

۵۔ پروفیسر محمد انور، جغرافیہ پاکستان، محولہ بالا، ص ۲۰ تا ۲۲

۶۔ ڈاکٹر انجم رحمانی، پنجاب: تمدنی و معاشرتی جائزہ، (لاہور: الفیصل، ۱۹۹۸ء)، ص ۲۱، ۲۲

۷۔ اردو کی پہلی کتاب، ص ۴۰، ۴۱

۸۔ ایضاً، ص ۸۲، ۸۳

۹۔ اردو کی دوسری کتاب (تیسری جماعت کے لیے)، (لاہور، ت۔ن)، ص ۸۰

۱۰۔ اردو کی پہلی کتاب، ص ۳۴

۱۱۔ غلام حسین طباطبائی بحوالہ عبداللہ یوسف علی، انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، (کراچی: ۱۹۶۷ء)، ص ۲۷

۱۲۔ غلام حسین ذوالفقار، اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)، ص ۸۵، ۸۶

۱۳۔ اردو کی تیسری کتاب (چوتھی جماعت کے لیے)، (لاہور، ت۔ن)، ص ۱۶۹

۱۴۔ عبداللہ یوسف علی، انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، محولہ بالا، ص ۱۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۴۵

۱۶۔ غلام حسین ذوالفقار، اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر، محولہ بالا، ص ۸۹

۱۷۔ عبداللہ یوسف علی، انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، محولۂ بالا، ص۱۷
۱۸۔ اردو کی پہلی کتاب، ص۱۹، ۲۱
۱۹۔ غلام حسین ذوالفقار، محولۂ بالا، ص۹۰
۲۰۔ اردو کی دوسری کتاب، ص۹۵
۲۱۔ ایضاً، ص۱۳۳
۲۲۔ ایضاً، ص۲۹
۲۳۔ شیخ محمد اکرام، موجِ کوثر، (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۷۹ء)، ص۷۶
۲۴۔ بحوالہ شیخ محمد اکرام، محولۂ بالا
۲۵۔ اردو کی دوسری کتاب، ص۱۰
۲۶۔ اردو کی چوتھی کتاب، ص۲۱
۲۷۔ ایضاً، ص۵۸، ۵۹
۲۸۔ علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال، (دہلی: مرکزی مکتبۂ اسلامی، ۱۹۹۴ء)، ص۴۱۹
۲۹۔ اردو کی پہلی کتاب، ص۴۷
۳۰۔ ایضاً، ص۳۰
۳۱۔ ایضاً، ص۵۲، ۵۳
۳۲۔ اردو کی تیسری کتاب، ص۷۷، ۷۸
۳۲۔ اردو کی دوسری کتاب، ص۵۷
۳۳۔ اردو کی تیسری کتاب، ص۹۵
۳۴۔ اردو کی دوسری کتاب، ص۳۴
۳۵۔ ایضاً، ص۲۹
۳۶۔ ایضاً، ص۷۲
۳۷۔ اردو کی تیسری کتاب، ص۱۶۷
۳۸۔ اردو کی پہلی کتاب، ص۷
۳۹۔ ایضاً
۴۰۔ فضل الٰہی عارف، فرہنگِ کارواں، (لاہور: مکتبہ کارواں، ۱۹۶۲ء)
۴۰۔ اردو کی تیسری کتاب، ص۹
۴۱۔ نسیم امروہوی، نسیم اللغات، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۵ء)
۴۲۔ اردو کی پہلی کتاب، ص۳۴
۴۳۔ وحید الزمان، القاموس الوحید، (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء)، ص۵۱۶

مآخذ

۱۔ اردو کی پہلی کتاب (دوسری جماعت کے لیے) مطبوعہ اخبار پھول، لاہور، ۱۹۴۵ء
۲۔ اردو کی دوسری کتاب (تیسری جماعت کے لیے) مطبوعہ اخبار پھول، لاہور، ۱۹۴۵ء
۳۔ اردو کی تیسری کتاب (چوتھی جماعت کے لیے) مطبوعہ اخبار پھول، لاہور، ۱۹۴۵ء
۴۔ اردو لغت، جلد اول تا بائیس، کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۷۷ء تا ۲۰۱۰ء
۵۔ اردو ہندی لغت، دہلی: انجمن ترقیٔ اردو، ہند، ۲۰۰۷ء
۶۔ اقبال صلاح الدین (مرتّب)، وڈی پنجابی لغت، لاہور: عزیز بک ڈپو، ۲۰۰۴ء
۷۔ اقبال، محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال (اردو)، دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی، بارِ دوم، دہلی ۱۹۹۴ء
۸۔ انور، محمد، پروفیسر، جغرافیہ پاکستان، لاہور: حافظ برادرز، ۱۹۹۰ء، ص۱۷۶
۹۔ پال، جمیل احمد، پنجابی کلاسیکی لغت، لاہور، ۲۰۰۶ء
۱۰۔ تنویر بخاری، سید، تنویر اللغات، لاہور، ۱۹۹۸ء
۱۱۔ تنویر بخاری، سید، پنجابی اردو لغت، لاہور، سن ندارد
۱۲۔ حقی، شان الحق، فرہنگِ تلفظ، اسلام آباد: مقتدرہ، ۱۹۹۵ء
۱۳۔ خان، سردار محمد، پنجابی اردو ڈکشنری، لاہور، ۲۰۰۹ء
۱۴۔ دہلوی، سیّد احمد (مرتّب)، فرہنگِ آصفیہ، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۷۷ء
۱۵۔ ذوالفقار، غلام حسین، اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء
۱۶۔ رحمانی، انجم، ڈاکٹر، پنجاب، تمدنی و معاشرتی جائزہ، لاہور: الفیصل پبلشرز، اردو بازار، ۱۹۹۸ء
۱۷۔ شبلی، محمد صدیق خان، ڈاکٹر، اردو زبان اور اس کی تدریس، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۹۰ء، ص۴۶، ۴۷
۱۸۔ عارف، فضل الٰہی، فرہنگ کارواں، مطبوعہ، لاہور: مکتبہ کارواں، ۱۹۶۲ء
۱۹۔ عبدالمجید، خواجہ، جامع اللغات، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء
۲۰۔ علی، عبداللہ یوسف انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، کراچی، تاریخ ندارد
۲۱۔ محمد اکرام، شیخ، موجِ کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۹ء
۲۲۔ مہذب لکھنوی (مرتّب)، مہذب اللغات، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء و مابعد (جلد اول تا چہاردہم)
۲۳۔ نیّر، نورالحسن (مرتّب)، نوراللغات، جلد اول تا چہارم، لاہور، ۱۹۸۸ء